شہیدِ اُمّت

آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ایؒ

تاریخی تشیع جنازہ کی چشم دید روداد

بقلم

سید جعفر حسین

INDIA

Russia
Congo
Armenia
Türkiye
Georgia
Oman
Qatar
Burkina Faso
Belarus
Azerbaijan
Nicaragua
Pakistan
Turkmenistan
Afghanistan
Tajikistan
Iraq
Bangladesh
Saudi Arabia

بِسمِ اللهِ الرحمنِ الرحِیمِ

ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون

(سورالبقرہ:154)

شہید امت

آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ایؒ

تاریخی تشیع جنازہ کی چشم دید روداد

تہران، قم المقدس، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ اور مشہد مقدس کا روحانی و تاریخی سفر

تحریر و مشاہدات

سید جعفر حسین

ایڈیٹر، روزنامہ صدائے حسینی

انتساب

اس کتاب کو میں بارگاہِ اقدس حضرت بقیۃ اللہ الاعظم امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام، اور ان تمام عاشقانِ اہلِ بیت علیہم السلام کے نام منسوب کرتا ہوں، جنہوں نے محبت، وفاداری اور حق کی خاطر ہر دور میں قربانیاں پیش کیں۔

یہ کتاب ان کروڑوں سوگواروں کے نام بھی ہے جنہوں نے اپنے اشکوں سے ثابت کیا کہ محبت، وفاداری اور عقیدت کو کسی سرحد میں قید نہیں کیا جا سکتا۔

مصنف کی گزارش

زندگی میں بعض سفر انسان خود اختیار کرتا ہے، مگر بعض سفر اللہ تعالیٰ انسان کے مقدر میں لکھ دیتا ہے۔ ابتدا میں میرا مقصد صرف قم المقدس، مسجد جمکران اور مشہد مقدس کی زیارت تھا، لیکن ربِ کریم نے اس سفر کو تاریخ کے ایک ایسے باب سے جوڑ دیا جس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

مجھے شہید امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کی تاریخی تشییع جنازہ میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ مناظر دیکھے جنہیں الفاظ میں مکمل طور پر بیان کرنا آسان نہیں۔ تہران کی سڑکوں پر انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، اشک بار آنکھیں، دعاں میں اٹھے ہوئے ہاتھ، نوحوں کی درد بھری صدائیں اور کروڑوں دلوں کی ایک ہی دھڑکنیہ سب کچھ میری زندگی کا ایسا سرمایہ بن گیا جسے میں ہمیشہ اپنے دل میں محفوظ رکھوں گا۔

میں ایک صحافی بھی ہوں اور ایک زائر بھی۔ صحافت نے مجھے واقعات کو قلم بند کرنا سکھایا، مگر اس سفر نے مجھے احساسات کو محفوظ کرنا سکھایا۔ اسی لیے یہ کتاب محض ایک رپورٹ یا سفرنامہ نہیں، بلکہ ایک عینی شاہد کی امانت ہے۔

اگر میں اس تاریخی تشییع میں شریک نہ ہوتا، اگر اپنی آنکھوں سے ان مناظر کو نہ دیکھتا، تو شاید میں خود کو صدائے حسینی کا خادم کہنے کا حق بھی محسوس نہ کرتا۔ میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یہ سعادت عطا فرمائی۔

میں ان تمام محسنین، دوستوں اور احباب کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس سفر کے اخراجات میں تعاون کیا۔ ان کی محبت، اخلاص اور اعتماد ہی کی بدولت میں اس تاریخی سفر کا حصہ بن سکا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کتاب میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے، وہ میری آنکھوں دیکھی روداد، میرے ذاتی مشاہدات اور میرے قلبی احساسات کا آئینہ ہے۔ میں نے نہ کوئی مبالغہ کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ کسی حقیقت کو چھپایا ہے۔ میری پوری کوشش یہی رہی ہے کہ آنے والی نسلوں کے لیے اس تاریخی سفر کی ایک دیانت دارانہ اور ادبی دستاویز محفوظ کر دوں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معمولی کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اسے اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کی محبت میں اضافے کا ذریعہ بنائے، اور میرے لیے، میرے والدین، میرے اساتذہ، میرے محسنین اور تمام اہلِ ایمان کے لیے صدقِ جاریہ قرار دے۔

وما توفِیقِی اِلا بِاللہِ، علیہِ توکلت وِ الیہِ انِیب

سید جعفر حسین

ایڈیٹر، روزنامہ صدائے حسینی

جب تاریخ نے مجھے پکارا

تاریخ صرف جنگوؤں اور فتوحات سے نہیں بنتی، بعض اوقات ایک جنازہ بھی پوری دنیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا دیتا ہے۔ زندگی میں بعض لمحات ایسے آتے ہیں جو انسان کی پوری زندگی کا رخ بدل دیتے ہیں۔ وہ لمحے صرف چند گھنٹوں یا چند دنوں پر مشتمل ہوتے ہیں، مگر ان کی بازگشت صدیوں تک سنائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زندگی میں بھی ایک ایسا ہی لمحہ لکھا، جب مجھے شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کی تاریخی تشیع جنازہ میں شریک ہونیکی سعادت نصیب ہوئی۔

میرا ارادہ صرف ایران کے مقدس مقامات کی زیارت تھا۔ قم المقدس، مسجد جمکران، حرمِ امام علی بن موسی الرضاؑ اور دیگر مقدس مقامات کی حاضری میری دیرینہ خواہش تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے میرے اس سفر کو ایک ایسی تاریخ سے جوڑ دیا جسے شاید آنے والی نسلیں بھی حیرت سے یاد کریں گی۔

جب سفر کی تیاری ہو رہی تھی تو مجھے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ میں ایک ایسے واقعے کا عینی شاہد بننے جا رہا ہوں جو پوری دنیا میں موضوعِ گفتگو بن جائے گا۔ میرے پاس صحافی کا قلم تھا، مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ چند دن بعد یہی قلم تاریخ کی ایک عظیم داستان لکھنے والا ہے۔

ہندوستان سے روانگی کے وقت دل میں صرف زیارت کی خوشی تھی، لیکن تقدیر نے میرے لیے کچھ اور ہی لکھ رکھا تھا۔ جیسے جیسے ایران کی سرزمین قریب آتی گئی، ویسے ویسے محسوس ہونے لگا کہ یہ عام سفر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص عطا ہے۔

تہران پہنچتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ پورا ملک ایک غیر معمولی کیفیت سے گزر رہا ہے۔ ہر طرف سیاہ پرچم، تعزیتی بینر، شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کی تصاویر، اور سوگوار عوام کے ہجوم دکھائی دے رہے تھے۔ شہر کی فضا غمگین ضرور تھی، مگر اس غم میں استقامت، وقار اور ایمان کی خوشبو تھی۔

ہوٹلوں، مساجد، حسینیوں اور سڑکوں پر دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے زائرین اور وفود نظر آ رہے تھے۔ عرب، عجم، ترک، افریقی، ایشیائی اور یورپی ممالک سے آئے ہوئے لوگ ایک ہی مقصد کے لیے جمع تھے۔ کسی کی زبان فارسی تھی، کسی کی عربی، کسی کی اردو، مگر سب کی زبانِ دل ایک تھی۔

مجھے آج بھی وہ لمحہ یاد ہے جب پہلی مرتبہ میں نے تہران کی ان سڑکوں پر قدم رکھا جہاں چند گھنٹوں بعد تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ گزرنے والا تھا۔ دل کی کیفیت عجیب تھی۔ آنکھوں میں اشتیاق بھی تھا اور غم بھی۔ میں خود سے بار بار یہی کہہ رہا تھا:

اے اللہ ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اس تاریخی لمحے کا گواہ بنایا۔

اس سفر میں ایک اور احساس میرے دل میں بار بار ابھرتا رہا۔ اگر میں اس تاریخی تشییع جنازہ میں شریک نہ ہوتا، اگر اپنی آنکھوں سے یہ مناظر نہ دیکھتا، تو شاید خود کو صدائے حسینی کا خادم کہنے کا حق بھی محسوس نہ کرتا۔ یہی احساس اس کتاب کے لکھنے کا سب سے بڑا سبب بنا۔

یہ کتاب نہ کسی سیاسی مقصد کے لیے لکھی جا رہی ہے اور نہ کسی بحث کو جنم دینے کے لیے۔ یہ ایک مسلمان، ایک زائر، ایک صحافی اور ایک عینی شاہد کی وہ امانت ہے جسے میں آنے والی نسلوں تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

میں نے جو دیکھا، وہی لکھا ہے۔

میں نے جو محسوس کیا، وہی قلم بند کیا ہے۔

اور میں نے جو آنسو دیکھے، انہیں تاریخ کے صفحات پر محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ صرف ایک سفر کی داستان نہیں، بلکہ ایک ایسے عہد کی گواہی ہے جس میں کروڑوں انسان ایک محبوب رہبر کو رخصت کرنے کے لیے ایک دل، ایک آواز اور ایک جذبے کے ساتھ جمع ہوئے۔

یہیں سے میری داستان شروع ہوتی ہے

اور یہیں سے تاریخ کا ایک نیا باب رقم ہوتا ہے۔

تہران جہاں تاریخ آنکھوں کے سامنے رقم ہو رہی تھی

میں خبر لکھنے نہیں گیا تھا، میں تاریخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے گیا تھا۔

تہران کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی مجھے احساس ہو گیا کہ یہ وہ ایران نہیں جسے میں صرف خبروں میں پڑھتا یا ٹیلی ویژن پر دیکھتا تھا۔ یہ ایک ایسا ایران تھا جس کی ہر گلی، ہر شاہراہ، ہر چوک اور ہر عمارت غم میں ڈوبی ہوئی تھی۔ فضا میں خاموشی بھی تھی اور ایک عجیب سی بے چینی بھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پورا ملک اپنے ایک عظیم فرزند کی جدائی کا ماتم کر رہا ہو۔

ہر طرف سیاہ پرچم لہرا رہے تھے۔ شہید امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کی تصاویر گھروں، دکانوں، سرکاری عمارتوں اور شاہراہوں پر آویزاں تھیں۔ قرآنِ کریم کی تلاوت، نوحہ خوانی، مرثیے اور دعاؤں کی صدائیں پورے شہر میں گونج رہی تھیں۔ تہران ایک شہر نہیں بلکہ ایک عظیم تعزیتی اجتماع کا منظر پیش کر رہا تھا۔

سرکاری اور عوامی پروگراموں میں شرکت کے لیے دنیا کے سو سے زائد ممالک سے وفود تہران پہنچ چکے تھے۔ مختلف زبانیں بولنے والے لوگ ایک ہی غم میں شریک تھے۔ میں نے عرب، عجم، افریقہ، ایشیا اور یورپ سے آئے ہوئے زائرین اور علما کو ایک دوسرے سے گلے ملتے اور تعزیت کرتے دیکھا۔ اس لمحے مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام واقعی ایک آفاقی دین ہے، جو رنگ، نسل، زبان اور سرحدوں سے بالاتر ہو کر دلوں کو جوڑتا ہے

تہران کی سڑکوں پر چلتے ہوئے میں نے ایک ایسا منظر دیکھا جسے شاید زندگی بھر نہ بھلا سکوں۔ نوجوانوں کے قافلے ہاتھوں میں پرچم لیے آگے بڑھ رہے تھے۔ بزرگ خاموشی سے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ مائیں اپنے بچوں کو ساتھ لے کر آئی تھیں تاکہ وہ بھی تاریخ کے اس لمحے کے گواہ بن سکیں۔ بوڑھے افراد سہارے کے ساتھ چل رہے تھے، مگر ان کے چہروں پر عزم نمایاں تھا۔

تاریخی تشییع جنازہ

جب کروڑوں دل ایک ساتھ دھڑکے

بعض جنازے صرف ایک انسان کی رخصتی نہیں ہوتے، بلکہ ایک عہد کے اختتام اور دوسرے عہد کے آغاز کی علامت بن جاتے ہیں۔

شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای   یہ نام صرف زبانوں پر نہیں تھا بلکہ دلوں میں دھڑک رہا تھا۔
کسی کی آنکھوں سے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ بوڑھے لرزتے ہاتھوں سے قرآن اٹھائے کھڑے تھے۔ نوجوان اپنے بچوں کو کندھوں پر بٹھائے ہوئے تھے تاکہ وہ بھی اپنے رہبر کا آخری دیدار کر سکیں۔ خواتین کی سسکیاں دلوں کو ہلا رہی تھیں۔

مجھے یاد ہے، میرے قریب کھڑا ایک ضعیف شخص بار بار آسمان کی طرف دیکھ کر کہہ رہا تھا:

ہم نے اپنا رہبر کھو دیا، مگر اس کا راستہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔

یہ الفاظ سن کر میرے دل پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔

جنازے کے قریب پہنچنا آسان نہ تھا، کیونکہ ہر شخص صرف ایک جھلک دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اتنے عظیم اجتماع کے باوجود نظم وضبط مثالی تھا۔ لوگ ایک دوسرے کا خیال رکھ رہے تھے، پانی تقسیم کر رہے تھے، راستہ بنا رہے تھے اور بزرگوں کی مدد کر رہے تھے۔

اسی دوران نوحہ خوانی کا سلسلہ شروع ہوا۔

ایران کے معروف نوحہ خواں مہدی رسولی، حاج محمود کریمی اور دیگر ذاکرین کی پرسوز آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ ان کے نوحوں نے ماحول کو مزید رقت آمیز بنا دیا۔ لاکھوں افراد کی زبان پر لبیک، درود اور مرثیے جاری تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ پورا تہران کربلا کی یاد میں ڈوب گیا ہو۔

جوں ہی جنازہ آگے بڑھا، عوام کے نعروں نے فضا کو لرزا دیا

انتقام۔ انتقام

یہ نعرہ بار بار بلند ہو رہا تھا۔

اس کے ساتھ امریکہ اور اس وقت کے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے خلاف بھی شدید عوامی غم و غصے کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے نوجوانوں، بزرگوں اور خواتین کو یہ نعرے لگاتے دیکھا۔ ان کی آوازوں میں صرف غصہ نہیں بلکہ اپنے رہبر سے بے پناہ محبت اور وفاداری کا جذبہ بھی جھلک رہا تھا۔

اس وقت میرے دل میں ایک عجیب خیال آیا۔

میں نے خود سے کہا:

تاریخ کے بعض مناظر کتابوں میں پڑھنے کے لیے نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ انہیں بعض لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دکھاتا ہے تاکہ وہ آنے والی نسلوں کے لیے انہیں محفوظ کر سکیں۔

جب نمازِ جنازہ کا وقت آیا

وقت جیسے تھم گیا تھا۔ لاکھوں انسانوں کا وہ عظیم مجمع خاموشی کے ساتھ اس لمحے کا منتظر تھا جس کا ہر دل کو انتظار تھا۔ نگاہیں ایک ہی سمت مرکوز تھیں۔ ہر شخص کی زبان پر درود، تسبیح اور دعا جاری تھی۔ فضا میں ایک عجیب روحانی کیفیت تھی، جسے نہ قلم مکمل طور پر بیان کر سکتا ہے اور نہ زبان اس کی پوری ترجمانی کر سکتی ہے۔

اسی دوران حضرت آیت اللہ العظمیٰ عبداللہ جوادی آملی حفظہ اللہ تشریف لائے۔ ان کی آمد کے ساتھ ہی مجمع میں ایک عجیب سکون طاری ہو گیا۔ لاکھوں انسان احتراماً خاموش ہو گئے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہر دل ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ سننے کیلئے بے تاب ہے۔ میں خوش نصیب تھا کہ اس روح پرور منظر کا عینی شاہد تھا۔

آیت اللہ جوادی آملی حفظہ اللہ نے نہایت رقت آمیز انداز میں شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کی خدمات، ان کی استقامت، دینِ اسلام کے لیے ان کی جدوجہد اور امتِ مسلمہ کے لیے ان کی بے مثال قربانیوں کا ذکر کیا۔ ان کے الفاظ میں نہ خطابت کا جوش تھا اور نہ سیاست کی تلخی، بلکہ ایک بزرگ عالمِ دین کے دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی سچی گواہی تھی۔

ان کے کلمات سنتے ہوئے میں نے اپنے اردگرد کھڑے لوگوں کو دیکھا۔ بڑے بڑے علما کی آنکھیں بھی نم تھیں۔ نوجوان بے اختیار گریہ کر رہے تھے۔ بہت سے لوگ اپنے چہروں کو رومال سے چھپا کر آنسو صاف کر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا مجمع ایک ہی غم میں ڈوبا ہوا ہے۔

پھر نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

یہ میری زندگی کی سب سے باوقار اور سب سے دردناک نمازِ جنازہ تھی۔

لاکھوں انسان ایک ہی وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے تھے۔ صفیں وہاں ختم ہوتی تھیں جہاں نگاہ ختم ہو جاتی تھی۔ ہر طرف صرف تکبیر کی صدائیں تھیں۔ اس لمحے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین بھی خاموش ہے اور آسمان بھی اس منظر کو دیکھ رہا ہے۔

نماز کے اختتام کے بعد ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہاتھ دعا کے لیے بلند ہوئے۔ ہر شخص اپنے انداز میں دعا مانگ رہا تھا۔ کسی کی دعا فارسی میں تھی، کسی کی عربی میں، کسی کی اردو میں، مگر سب کی التجا ایک ہی تھی۔

پروردگار ! شہیدِ امت کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔

اس دعا کے بعد فضا ایک مرتبہ پھر نعروں سے گونج اٹھی۔

انتقام انتقام

لبیک یا خامنہ ای

مرگ بر امریکہ

مرگ بر اسرائیل

یہ نعرے محض سیاسی شعار نہیں تھے، بلکہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لوگ انہیں اپنے جذبات، اپنے درد اور اپنے عقیدے کے اظہار کے طور پر بلند کر رہے تھے۔ نوجوانوں کے چہروں پر عزم تھا، بزرگوں کی آنکھوں میں آنسو تھے، اور خواتین اپنے بچوں کو سینے سے لگائے خاموشی سے دعا کر رہی تھیں۔

اسی دوران ایران کے معروف نوحہ خواں حاج محمود کریمی، مہدی رسولی اور دیگر ذاکرین کی درد بھری آوازیں فضا میں گونجنے لگیں۔ نوحوں کے اشعار نے مجمع کو مزید رنجیدہ کر دیا۔ بہت سے لوگ بے اختیار گریہ کرنے لگے۔ میں نے محسوس کیا کہ اس لمحے تہران کی فضا مجھے کربلا کی شام کی یاد دلا رہی تھی، جہاں غم، وفاداری اور صبر ایک ساتھ موجود تھے۔

میں نے اپنی ڈائری میں صرف ایک جملہ لکھا:

آج میں نے دیکھا کہ ایک رہبر کا جنازہ صرف ایک انسان کی تدفین نہیں، بلکہ ایک فکر، ایک مکتب اور ایک عہد سے عوام کی وفاداری کا اعلان بھی ہوتا ہے۔

نمازِ جنازہ کے بعد تاریخی قافلہ اپنے اگلے سفر کی طرف روانہ ہونے لگا۔ اب اس سفر کا رخ قم المقدس کی طرف تھا، جہاں لاکھوں عاشقانِ اہلِ بیت علیہم السلام اپنے شہیدِ امت کو آخری خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے منتظر تھے۔

قم المقدس عشق وعقیدت کا ایک اور باب

تہران میں تاریخی تشیع جنازہ کے بعد قافلہ قم المقدس کی طرف روانہ ہوا۔ راستے بھر سڑکوں کے دونوں جانب عوام کی بڑی تعداد کھڑی تھی۔ لوگ ہاتھوں میں قرآنِ مجید، اہلِ بیت علیہم السلام کے پرچم اور شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کی تصاویر اٹھائے اپنے محبوب رہبر کو آخری سلام پیش کر رہے تھے۔

جوں جوں قافلہ قم کے قریب پہنچتا گیا، عوام کا جوش و خروش بڑھتا گیا۔ قم المقدس کی فضائیں لبیک یا حسینؑ، لبیک یا خامنہ ای اور انتقام، انتقام کے نعروں سے گونج رہی تھیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ گھروں کی چھتوں، دکانوں، سڑکوں اور چوراہوں پر لوگ گھنٹوں سے کھڑے تھے تا کہ ایک جھلک اپنے شہیدِ امت کی حاصل کر سکیں۔

قم المقدس اس روز صرف ایک شہر نہیں تھا، بلکہ غم و وفا کی ایک عظیم درسگاہ بن چکا تھا۔

جب جنازہ مسجدِ مقدس جمکران کی جانب بڑھا تو لاکھوں عاشقانِ اہل بیتؑ اشک بار آنکھوں کے ساتھ قافلے میں شامل تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ قم کی ہر گلی اپنے مہمان کو الوداع کہہ رہی ہے۔

یہاں میری زندگی کا ایک اور نا قابلِ فراموش لمحہ آیا۔

مجھے حضرت آیت اللہ العظمٰی عبداللہ جوادی آملی حفظہ اللہ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ نماز کے بعد انہوں نے شہید امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کے بارے میں نہایت درد بھرے الفاظ ارشاد فرمائے۔ ان کے چہرے پر غم نمایاں تھا اور ان کی آواز میں امتِ مسلمہ کے ایک عظیم فرزند کی جدائی کا درد صاف محسوس ہو رہا تھا۔

انکے کلمات سنتے ہی مجمع پر رقت طاری ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے علما، طلبہ اور عام زائرین بے اختیار گریہ کر رہے تھے۔ اس لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے علم، تقوی اور اخلاص ایکدوسرے کو الوداع کہہ رہے ہوں۔

قم المقدس میں ایرانی نوحہ خواں مہدی رسولی، حاج محمود کریمی، آقائی پناہیان اور دیگر ذاکرین کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ ان کے نوحے صرف اشعار نہیں تھے، بلکہ لاکھوں دلوں کے جذبات کی ترجمانی تھے۔ جب وہ مصائب اور وفاداری کا ذکر کرتے تو مجمع سے سسکیوں کی آوازیں بلند ہونے لگتیں۔

میں نے پہلی مرتبہ محسوس کیا کہ نوحہ صرف پڑھا نہیں جاتا، بلکہ جیا جاتا ہے۔

قم المقدس میں مختلف ممالک سے آئے ہوئے علما سے بھی ملاقات ہوئی۔ ہندوستان، پاکستان، عراق، لبنان، افغانستان، آذربائیجان، بحرین اور دیگر ممالک کے علما اور زائرین ایک دوسرے سے تعزیت کر رہے تھے۔ کسی کے چہرے پر مسکراہٹ نہ تھی، مگر ہر چہرے پر صبر اور رضا کی کیفیت ضرور تھی۔

اسی دوران میں نے ہندوستانی وفد اور مواکب کو بھی دیکھا، جو محدود تعداد کے باوجود اپنے ملک کی بہترین نمائندگی کر رہے تھے۔ اگرچہ پروازوں کی قلت اور دیگر حالات کی وجہ سے ہندوستان سے آنے والوں کی تعداد کم تھی، لیکن ان کے جذبے میں کوئی کمی نہیں تھی۔

قم اور تہران میں ہندوستانی زائرین کی خدمت اور اخلاص دیکھ کر دل خوش ہوا۔ قم المقدس سے رخصت ہوتے وقت میں نے آخری مرتبہ مسجدِ جمکران کی طرف نگاہ ڈالی اور دل ہی دل میں دعا کی:

اے اللہ! جس سرزمین نے مجھے تاریخ کے یہ عظیم لمحات دکھائے، مجھے دوبارہ یہاں حاضری کی سعادت عطا فرما۔

لیکن ابھی سفر ختم نہیں ہوا تھا۔

تاریخ کا قافلہ آگے بڑھ رہا تھا۔

اب رخ تھا نجف اشرف کی طرف، جہاں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے شہر میں شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کے جنازے کا استقبال ہونا تھا۔

تہران اور قم کے پروگراموں کے بعد میں مشہد مقدس پہنچ گیا، کیونکہ آئندہ تاریخی مرحلہ وہیں ہونا تھا۔ اسی دوران نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ میں منعقد ہونے والے تعزیتی اجتماعات، علما کی مجالس اور عوامی خراجِ عقیدت کو میں نے براہِ راست نشریات اور مستند ویڈیوز کے ذریعے دیکھا۔ عراق کے مقدس شہروں میں جس عقیدت اور احترام کے ساتھ شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا، اس نے واضح کر دیا کہ اہلِ بیت کی محبت اور امت کا رشتہ کسی جغرافیائی سرحد کا پابند نہیں۔ اس وقت میں مشہد مقدس میں تھا اور حرمِ امام رضا میں دعا کر رہا تھا، لیکن دل ہر اس مقام کے ساتھ دھڑک رہا تھا جہاں اس عظیم سانحے پر اشک بہائے جا رہے تھے۔

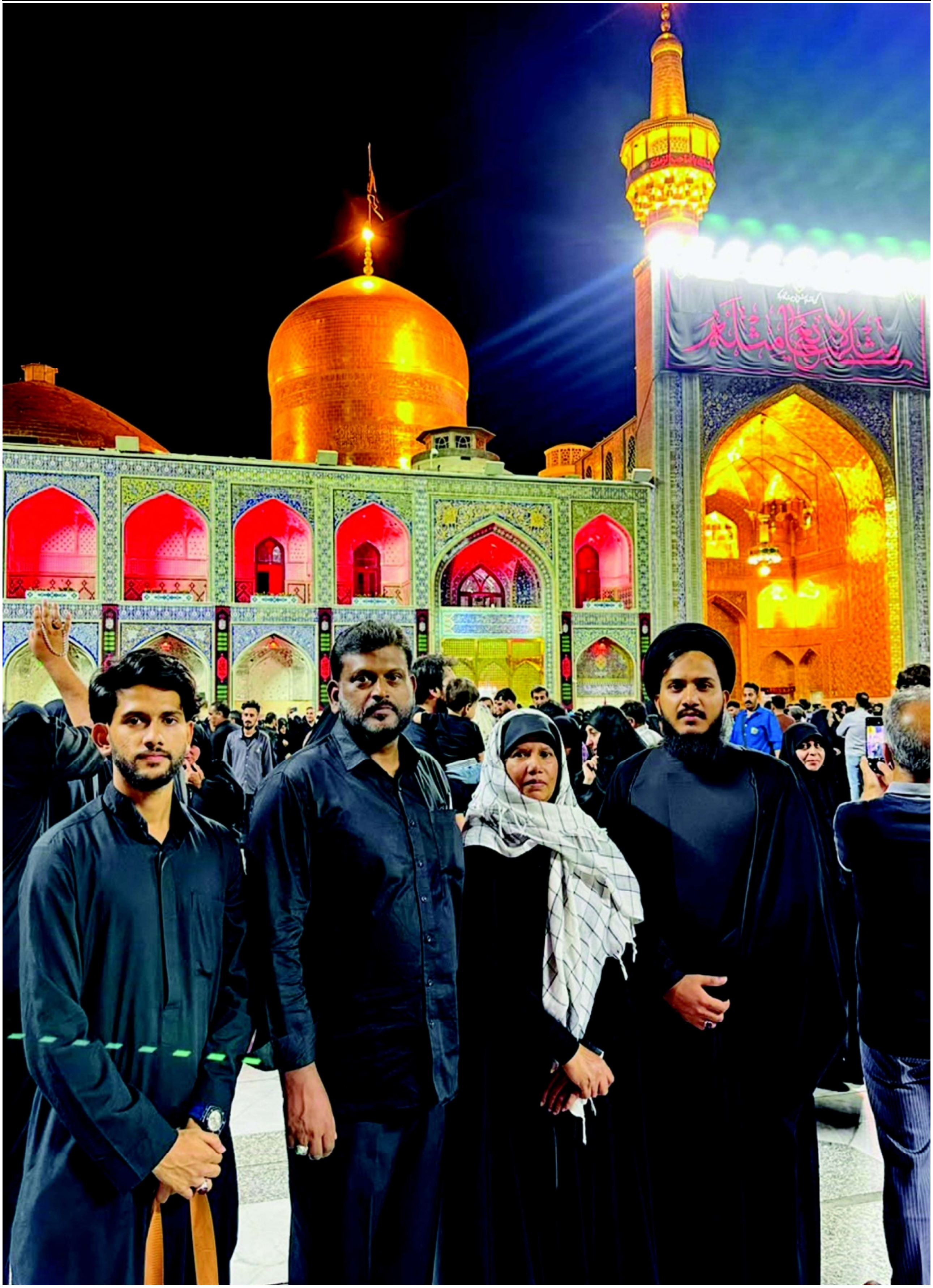

مشہد مقدس

جب پوری امت کی نظریں روضِ امام رضا پر مرکوز تھیں۔

بعض شہر صرف شہر نہیں ہوتے، وہ تاریخ کے امین ہوتے ہیں۔ مشہد مقدس بھی انہی شہروں میں سے ایک ہے، جہاں محبت، عقیدت اور وفاداری کی صدیاں ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔

تہران اور قم المقدس کے تاریخی پروگراموں کے بعد میری منزل مشہد مقدس تھی۔ اگرچہ دل ابھی تک تہران کے ان مناظر میں اٹکا ہوا تھا، جہاں کروڑوں سوگواروں نے اپنے محبوب رہبر، شہید امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کو الوداع کہا تھا، مگر اب نگاہیں اس شہر کی طرف تھیں جہاں اس عظیم سفر کا آخری باب رقم ہونا تھا۔

مشہد مقدس پہنچتے ہی محسوس ہوا کہ پورا شہر انتظار میں ہے۔ سڑکوں، بازاروں، ہوٹلوں اور حرمِ مطہر کے اطراف میں غیر معمولی چہل پہل تھی، لیکن یہ عام ہجوم نہیں تھا۔ ہر آنے والا زائر ایک ہی سوال کر رہا تھا: جنازہ کب پہنچے گا؟ میں بھی انہی لاکھوں منتظر افراد میں شامل تھا۔

حرمِ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کے صحن میں داخل ہوا تو دل کی کیفیت بدل گئی۔ سنہرا گنبد سورج کی روشنی میں جگمگا رہا تھا، مگر اس دن نگاہیں گنبد سے زیادہ اس قافلے کی منتظر تھیں جو ایک عظیم رہبر کو اپنی آخری آرام گاہ تک لے کر آنے والا تھا۔

ان دنوں امریکہ کی مسلط کردہ جنگ کے آثار ہر طرف محسوس کیے جا سکتے تھے، لیکن ایک بات نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ مشہد کے عوام میں خوف کا نام و نشان نہیں تھا۔ نہ بازار بند تھے، نہ حرم سنسان تھا، نہ زائرین کے قدم رکے تھے۔ ہر شخص کے دل میں صرف ایک خواہش تھی کہ اپنے شہیدِ امت کی ایک آخری جھلک دیکھ لے۔

میں نے دیکھا کہ بچے اپنے والدین کے ساتھ حرم کی طرف جا رہے تھے، بزرگ تسبیح ہاتھ میں لیے دعائیں کر رہے تھے، نوجوان رضا کار زائرین کی خدمت میں مصروف تھے۔ یہ مناظر بتا رہے تھے کہ ایمان خوف سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔

اسی دوران مختلف مقامات پر ایرانی نوحہ خواں اپنے مخصوص انداز میں نوحے پیش کر رہے تھے۔ حاج محمود کریمی، مہدی رسولی اور دیگر ذاکرین کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ ان کے نوحوں میں صرف غم نہیں تھا، بلکہ صبر، وفاداری اور امید کا پیغام بھی تھا۔

حرم کے صحن میں بیٹھ کر میں لوگوں کے چہروں کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ خاموش تھے، کچھ تلاوت میں مشغول، کچھ دعا میں مصروف اور کچھ آنکھیں بند کیے اشک بہا رہے تھے۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس دن مشہد مقدس میں ہر شخص کی زبان خاموش تھی، مگر ہر دل بول رہا تھا۔

اسی دوران دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے زائرین سے ملاقات ہوئی۔ زبانیں مختلف تھیں، لباس مختلف تھے، مگر عقیدت ایک تھی۔ اس لمحے مجھے پھر یقین ہوا کہ اہلِ بیت علیہم السلام کی محبت اور حق سے وابستگی سرحدوں کی محتاج نہیں ہوتی۔

میں نے اپنی ڈائری میں اس دن صرف ایک جملہ لکھا:

مشہد مقدس میں انتظار بھی عبادت بن گیا تھا، کیونکہ ہر دل اپنے شہید امت کو آخری سلام پیش کرنے کا منتظر تھا۔

شام ڈھل رہی تھی۔

حرمِ امام رضاؑ کے میناروں سے اذان کی آواز بلند ہوئی۔ میں نے صحن میں بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں دعا کی:

پروردگار ! اگر تاریخ کے یہ لمحات میری آنکھوں کو دکھائے ہیں تو مجھے ان کی سچی گواہی قلم کے ذریعے آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی توفیق بھی عطا فرما۔

یہ دعا ختم ہی ہوئی تھی کہ خبر پھیلنے لگی

قافلہ مشہد کی حدود میں داخل ہو چکا ہے

یہ خبر سنتے ہی پورے شہر میں ایک نئی کیفیت پیدا ہو گئی۔ لاکھوں قدم ایک ہی سمت اٹھنے لگے، اور میں بھی ان قدموں کے ساتھ تاریخ کے اس آخری باب کا گواہ بننے کے لیے آگے بڑھ گیا۔

آخری دیدار، آخری دعا اور آخری آرام گاہ

اِنا لِلہِ وِانا اِلیہِ راجِعون

مشہد مقدس کی فضا پہلے ہی سوگوار تھی، لیکن جس لمحے یہ خبر عام ہوئی کہ شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کا جسدِ مبارک مشہد مقدس پہنچنے والا ہے، پورا شہر جیسے ایک ہی لمحے میں سڑکوں پر نکل آیا۔

امریکہ کی مسلط کردہ جنگ کے باوجود لوگوں کے چہروں پر خوف کا کوئی اثر نہ تھا۔ ہر شخص کی خواہش صرف ایک تھی کہ اپنے محبوب رہبر کی آخری زیارت کر لے۔

میں بھی انہی لاکھوں سوگواروں کے درمیان موجود تھا۔

لوگ گھنٹوں سے انتظار کر رہے تھے۔ کوئی قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، کوئی درود پڑھ رہا تھا، کوئی خاموش بیٹھا آنسو بہا رہا تھا۔ حرمِ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا کے اطراف میں انسانوں کا سمندر تھا، مگر عجیب بات یہ تھی کہ اس بے پناہ ہجوم میں بھی ایک روحانی سکون محسوس ہو رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد آسمان پر جنگی طیاروں کی آواز سنائی دی۔

لوگوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔

یہ وہ لمحہ تھا جب امریکہ کی مسلط کردہ جنگ کے باوجود انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کے جسدِ مبارک کو مشہد مقدس لایا گیا۔

اس منظر کو دیکھ کر ہزاروں نہیں، لاکھوں آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔

ہر شخص اپنے رہبر کی ایک آخری جھلک دیکھنے کا مشتاق تھا۔

فضا مسلسل نوحوں سے گونج رہی تھی۔

معروف نوحہ خواں حاج محمود کریمی، مہدی رسولی اور دیگر ذاکرین اپنے پرسوز انداز میں نوحے پیش کر رہے تھے۔ ان کی آوازیں سن کر مجمع پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پورا مشہد مقدس ایک عظیم مجلسِ عزا میں تبدیل ہو گیا ہے۔

اس دوران بار بار ایک ہی نعرہ بلند ہو رہا تھا:

انتقام انتقام

یہ صرف ایک نعرہ نہیں تھا، بلکہ کروڑوں دلوں کی آواز تھی۔

پھر وہ روح پرور اور دردناک لمحہ آیا جس کا ہر شخص انتظار کر رہا تھا۔

شبِ جمعہ تھی۔

ساتھ ہی شبِ شہادتِ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی نسبت نے اس ماحول کو مزید غمگین بنا دیا تھا۔

نماز، دعا، تلاوتِ قرآن اور نوحہ خوانی کے بعد شہیدِ امت آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کو حرمِ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کے جوار میں سپردِ خاک کیا گیا۔

اسی مقام پر ان کے خاندان کے دیگر شہدا کی تدفین بھی عمل میں آئی۔

اس لمحے ہزاروں ہاتھ دعا کے لیے بلند تھے۔

میں خاموش کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔

میرے ہاتھ بھی دعا کے لیے اٹھے ہوئے تھے، مگر زبان خاموش تھی۔

صرف دل دعا کر رہا تھا۔

میں نے دل ہی دل میں عرض کیا:

پروردگار! جس بندے نے اپنی پوری زندگی اسلام، امت اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت میں بسر کی، اسے اپنے اولیا، شہدا اور صالحین کے ساتھ بلند ترین مقام عطا فرما۔

جب تدفین مکمل ہوئی تو ایک عجیب خاموشی چھا گئی۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ تاریخ کا ایک عظیم باب بند ہو گیا ہے، مگر ایک نئی تاریخ نے جنم لے لیا ہے۔

میں نے آخری مرتبہ روض امام رضا کے سنہرے گنبد کی طرف دیکھا، پھر اس مقام کی طرف نگاہ کی جہاں شہیدِ امت کو سپردِ خاک کیا گیا تھا۔

اسی لمحے میں نے اپنی ڈائری میں صرف ایک جملہ لکھا:

رہبر جسمانی طور پر رخصت ہو سکتے ہیں، مگران کے افکار، ان کا کردار اور ان کا پیغام کبھی دفن نہیں ہوتا۔

اسی احساس کے ساتھ میں نے حرمِ امام رضاؑ سے رخصت لی، لیکن دل وہیں رہ گیا۔

میرے رفقائے سفر۔ جنہوں نے اس تاریخی سفر کو یادگار بنا دیا

ہر سفر کی اپنی ایک داستان ہوتی ہے، مگر بعض سفر ایسے ہوتے ہیں جن کی یادیں صرف مقامات کی وجہ سے نہیں بلکہ ان ساتھیوں کی وجہ سے بھی ہمیشہ زندہ رہتی ہیں جو ہر قدم پر انسان کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت اکیلے عطا نہیں فرمائی، بلکہ اس تاریخی اور روحانی سفر میں میرے ساتھ ایسے رفقائے سفر موجود تھے جنہوں نے ہر مرحلے پر اخلاص، محبت اور تعاون کا مظاہرہ کیا۔

اس مبارک سفر میں میری اہلیہ بھی میرے ہمراہ تھیں، جنہوں نے ہر مرحلے پر صبر، حوصلہ اور رفاقت کا حق ادا کیا۔

میرے فرزند سید عبداللہ حسین بھی اس تاریخی سفر میں میرے ساتھ تھے۔ میرے لیے یہ باعثِ مسرت تھا کہ وہ بھی ان تاریخی لمحات کے عینی شاہد بنے، جنہیں شاید آنے والی نسلیں تاریخ کی کتابوں میں پڑھیں گی۔

میرے ہمراہ حجۃ الاسلام مولانا سید ضیا حسین صاحب تھے، جن کی علمی بصیرت اور روحانی رہنمائی اس پورے سفر میں ہمارے لیے باعثِ استفادہ رہی۔

اسی طرح حجۃ الاسلام مولانا تقی رضا عابدی (تقی آغا صاحب) کی رفاقت بھی اس سفر کا قیمتی سرمایہ تھی۔ مختلف مواقع پر ان کے ساتھ ہونے والی گفتگو نے اس سفر کو صرف زیارت تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے علمی اور فکری جہت بھی عطا کی۔

ڈاکٹر شبیر علی شیرازی صاحب، مجتبیٰ زیدی (سفیر ٹی وی)، تقی، ابوذر اور محمد بھی اس قافلے کا حصہ تھے۔ ہم سب نے ایک ساتھ وہ تاریخی مناظر دیکھے، جنہیں الفاظ میں مکمل طور پر بیان کرنا ممکن نہیں۔ کبھی ہم ایک دوسرے کے تاثرات سن رہے ہوتے، کبھی خاموشی سے دعا میں مصروف ہوتے، اور کبھی اپنے کیمروں اور قلموں کے ذریعے تاریخ کے ان لمحات کو محفوظ کر رہے ہوتے۔

یہ صرف ایک سفری قافلہ نہیں تھا، بلکہ محبتِ اہلِ بیت علیہم السلام میں جڑے ہوئے دلوں کا ایک خاندان تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم تاریخی واقعے کا گواہ بنایا۔

آج جب میں ان لمحات کو یاد کرتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اگر یہ مخلص رفقائے سفر میرے ساتھ نہ ہوتے تو شاید اس سفر کی یادیں اتنی مکمل نہ ہوتیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ایسے ساتھی عطا فرمائے جن کے ساتھ یہ تاریخی سفر ایک دائمی یادگار بن گیا

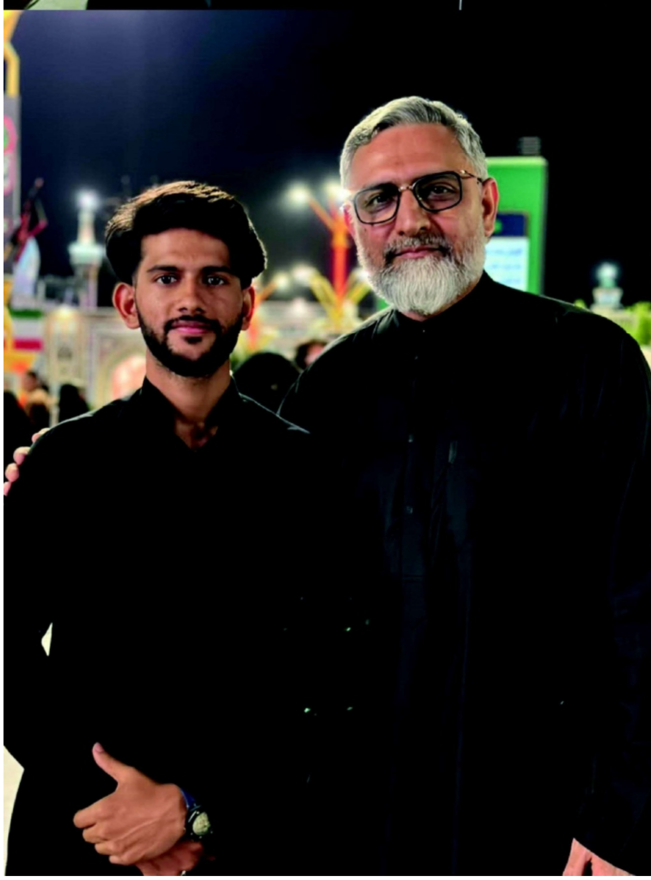

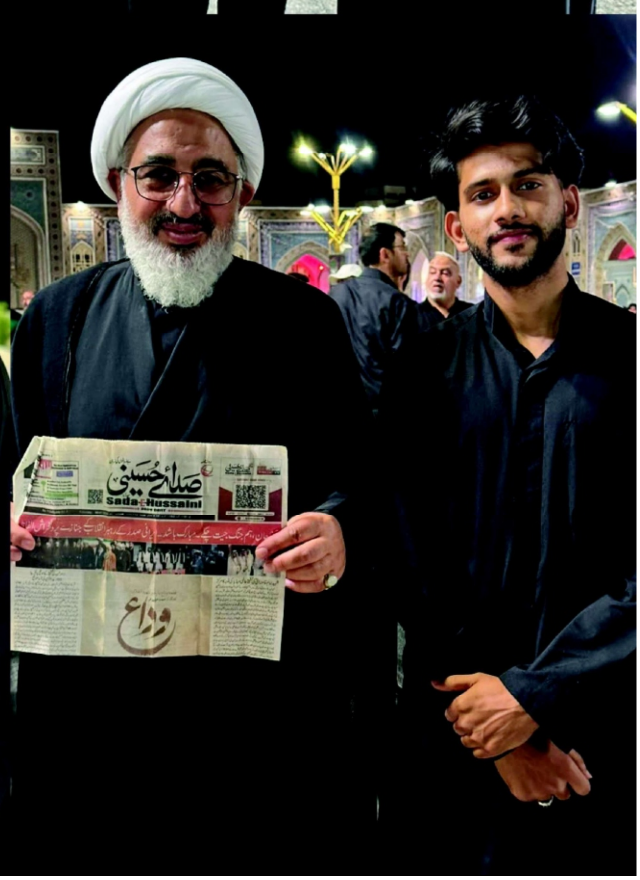
صدائے حسینی
Sada-E-Hussaini
وداع

شہید رہبر کی بند مٹھی کا پیغام - قیام کرنا ہوگا!

وہ گلستان جو کبھی پھولوں سے مہکتا تھا، آج خون کی سرخی میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ امن کا پیغام، استقامت کا جذبہ، مظلوموں کی آواز اور امت کی ڈھال، سب ایک ایسی عظیم شخصیت سے وابستہ تھے جس کی پوری زندگی راہِ خدا میں مجاہدت اور قربانی سے عبارت تھی۔ ایسی عظیم ہستی کے بارے میں قلم لکھنے سے عاجز محسوس ہوتا ہے، جس نے ظلم وستم اور ہر طرح کی مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، مگر کبھی حق کے خلاف زبان نہ کھولی۔ انہوں نے ہمیشہ باطل کو للکارا اور ہر دور کے یزیدوں کی نیندیں حرام کیے رکھیں۔ اے ہمارے رہبر شہید ! ہمیں آپ سے بے حد محبت ہے، کیونکہ آپ کے وجود سے ایک روحانی باپ کی شفقت اور سرپرستی کا احساس وابستہ تھا، جو ہمارے دلوں کو سکون بخشتا تھا۔ آج ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ایک عظیم رہبر اور شفیق باپ سے محروم ہو گئے ہوں۔ لیکن آپ کا پیغام 'باید برخاست' (قیام لازم ہے) ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ آج بھی حق و باطل کا معرکہ برپا ہے، یہ حسینیت اور یزیدیت کی کشمکش ہے۔ واقعہ عاشورا کا سب سے پہلا سبق یہی ہے کہ دین خدا کی سربلندی کے لیے ہر قربانی پیش کی جائے اور حق کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہوا جائے۔ امام حسینؑ نے اپنے ایک خطبے میں امتِ مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم میری تحریک کی حقیقت اور مقصد کو سمجھنا چاہتے ہو، اگر تم اسلام کے احکام اور خدا کی شریعت کو جاننا چاہتے ہو، تو میرے قیام کے مقصد کو سمجھو۔ اسی حسینی فکر نے ہر دور کے حق پرستوں کو بیدار کیا اور اسی سے شہید رہبر نے اپنی انقلابی جدوجہد کو قوت بخشی۔ آج بھی ظلم برسرِ اقتدار ہے، اور نگاہیں ایک ایسے حسینی عزم کے حامل رہبر کی تلاش میں ہیں جو حق کا پرچم بلند رکھے۔ شہید رہبر نے اپنی پوری زندگی تحریکِ حسینی کے لیے وقف کر دی۔

AMOUAGE

SHAHEED-E-UMMATH

AYATOLLLAH SYED ALI HUSSAINI KHAMENEI

A FIRST-HAND CHRONICLE OF THE HISTORIC FUNERAL PROCESSION

By Syed Jaffer Hussain